سوال نمبر 2 (الف)۔۱ مرکزی خیال :-

سیدانی بی کا کسی وقت میں دور دورہ تھا - سلائی ٹکائی میں سیدانی بی ماہر تھی۔ اچھی اچھی مغلانیاں اس کے ہنر کے سامنے کان پکڑتی تھیں - صبح کو وہ کہیں مہمان ہوتی تو شام کو کئی اور بڑے بڑے محلوں اور سرداروں کے پاس بلائی جاتی اور وہ ادھر سلائی ٹکائی کا کام کرتی اور بہت روپیہ کمایا۔ لیکن جب بڑھاپا آیا اور جب ہاتھ پاؤں نے جواب دے دیا تو کسی نے ان کی خیر خبر تک نہ لی ہر کسی کو اپنے کام سے مطلب تھا۔ اس پریشان حالی میں پڑوس میں جرن صاحب کی بیوی کو سیدانی بی پر رحم آیا اور انہیں اپنے گھر میں پناہ دی۔

سوال نمبر 2 (الف)۔۲ (iii)

سیدانی بی کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ جہاں کہیں کسی بھی موقع پر جوڑے سلنے ہوتے یا ٹکائی وغیرہ کا کام ہونا ہوتا وہاں سیدانی بی کو بلایا جاتا کیونکہ وہ ایسے کام میں بہت مہارت رکھتی تھی۔ ہر کوئی سیدانی بی کو اپنے آنکھوں میں سوار کرتا ان کو کبھی چین نہ ملتا وہ کبھی ادھر مہمان تو کبھی ادھر مہمان بڑی بڑی اور اچھی اچھی مغلانیاں بھی سیدانی بی کے سامنے اپنے کانوں کو پکڑ لیتی۔

سوال نمبر 2 (الف)۔۳ (ii)

سیدانی بی اپنے سلائی ٹکائی کے کام میں مہارت رکھتی تھی۔ جہاں کہیں سلائی وغیرہ کا کام ہونا ہوتا سب سے پہلا خیال سیدانی بی کا آتا اور یہ کام ان کے ہاتھ سونپا جاتا

Cutting Line

04
The relevant question should be answered only in the

سوال نمبر 2 (الف) ۔ ۴ سیدانی بی کو دعوت :-

سیدانی بی کو محلات اور بڑے بڑے لوگوں کے ہاں سلائی کی دعوت آتی ۔

سوال نمبر 2 (الف) ۔ ۵ ہمارے وقت کا کوئی ساتھی نہیں :-

اس جملے سے مراد یہ ہے کہ جب سیدانی بی پر بڑھاپا آیا اور ان کے ہاتھ پاؤں نے جواب دے دیا اور ان کی بینائی بھی کمزور ہو گئی تو ایسے وقت میں کسی نے اُن کی خیر خبر بھی نہ لی ہر کسی کو اپنے کام سے مطلب تھا ۔ جب سیدانی بی اب کسی کے کپڑوں کی سلائی ٹکائی میں فائدہ مند ثابت نہ ہوئیں تو کس نے ان کی خبر لینی تھی ؟ ۔ ایسے ناخوشگوار وقتوں میں کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا ۔

سوال نمبر 2 (الف) ۔ ۶ سیدانی بی کے بڑھاپے میں مشکلات :-

بڑھاپے میں سیدانی بی کو جسمانی کمزوری اور مالی تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا ۔ نہ ان کی کوئی خیر خبر لیتا اور نہ کوئی ان سے کوئی واسطہ رکھتا ۔ سیدانی بی کی آہستہ آہستہ نظر بھی انتہائی کمزور ہو گئی جس کے باعث وہ اپنے سلائی ٹکائی کے کام میں مفید ثابت نہ ہو سکیں ۔ اس قدر حالات خراب ہو گئی کہ روٹی بھی میسر ہونا سیدانی بی کے لیے ایک معجزہ تھا ۔

سوال نمبر2(الف)۔۷ سیدانی بی کی شہرت :-

سیدانی بی سلائی اور ٹکائی کے کام میں مہارت رکھتی تھیں۔ ہر کسی کو سیدانی بی کے ہاتھ کے سلے ہوئے جوڑوں اور کپڑوں کو پہننے کا شوق تھا کیونکہ سیدانی بی جس قدر خوبصورت جوڑے سلیتں۔ اس جیسا کوئی اور مغلانی سی ہی نہیں سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر وقت سیدانی بی کی شہرت تھی اور ہر کوئی انہیں اپنی آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔

سوال نمبر2(الف)۔۸ سیدانی بی کو مشکل وقت میں سہارا :-

مشکل وقت میں سیدانی بی کا ساتھ ان کے پڑوس میں رہنے والے میر صاحب کی بیوی نے دیا اور انہوں نے سیدانی بی پر ترس کھا کر اپنے ہاں پناہ دی۔

سوال نمبر2(الف)۔۹

محاورات :-

۱) کان پکڑتی (کان پکڑنا)
۲) ٹکڑے کا سہارا
۳) دہے نام سائیں کا

سوال نمبر 2 (ب)۔۱

شاعرہ کو اس بات پر فخر ہے کہ وہ چاہے ذات کی کیسی بھی ہوں، لوگوں کی نظروں میں بری ہوں یا اچھی ہوں ان کو بس اس بات پر فخر ہے کہ انہیں اپنے محبوب کے ساتھ ہم رکابی کی سعادت نصیب ہوئی اور محبوب نے انہیں دیر تک قابل توجہ سمجھا اور اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کا ایک اہم حصہ میرے ساتھ گزارا۔ اس بات پر میں جتنا بھی فخر کروں وہ کم ہے

سوال نمبر 2 (ب)۔۲

شاعر نے کاشتکار کے لیے "ارتقا کا پیشوا"، "تہذیب کا پروردگار" اور "مضبوط انسان" جیسی خوبیوں کا ذکر کیا ہے
شاعر کہتے ہیں کہ کسان انسانی ترقی میں اپنا فرض ادا کرتا ہے اور وہ جسمانی طور سے انتہائی مضبوط انسان ہے اسی کی ان تھک محنت کی وجہ سے فصلیں اُگتی ہیں اور بنی نوع انسان کے لیے خوراک کا انتظام ہوتا ہے اور اگر کسان ہی محنت و مشقت نہیں کرے گا تو نسل انسانی کا تحفظ بھی خطرے میں پڑ جائے گا کیونکہ اگر کسان محنت نہیں کرے گا تو خوراک کا حصول کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

سوال نمبر 2 (ب)۔۳

مل کر نہ ملنے سے یہ مراد ہے کہ جب شاعرانہ عاشق اور محبوب کی کبھی اتفاق سے ملاقات ہو جائے تو محبوب کی ذات میں وہ ہی بے رخی بے رحمی اور بے نیازی کا عالم ہوتا ہے وہ مل کر بھی ایسے ملتا ہے جیسے وہ اجنبی ہو اور اس کی وجہ سے عاشق کا دل ٹوٹ کر رہ جاتا ہے اور وہ اس بات پر خون کے آنسو بہاتا ہے۔

سوال نمبر2(ب)۔۴

شاعر نے فاطمہ کو امتِ مرحوم کی آبرو اس لیے کہا ہے کیونکہ فاطمہ بنتِ عبداللہ جیسی معصوم اور بہادر بیٹی نے اتنی کم عمری میں شہادت پا کر امتِ مسلمہ کی دنیا میں لاج رکھ لی ہے۔ امتِ مسلمہ کے لیے یہ باعث فخر ہے کیونکہ اگر امتِ مسلمہ زوال کا شکار ہے اور ذلت اور پستی کے اندھیروں میں قید ہے لیکن "تو" نے شہادت پا کر اس بات کا احساس دلایا ہے کہ ابھی بھی اس امت میں ایسے شوق شہادت کے جذبے سے سرشار لوگ زندہ ہیں جن کی رہنمائی میں مسلمان اپنے کھوئے ہوئے عروج تک پہنچ سکتے ہیں۔

سوال نمبر2(ب)۔۵

ہر انسان کو خدا نے 'فطرت اسلام' پر پیدا کیا ہے یعنی پیدائشی طور پر ہر انسان خدا کی طرف اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے مگر یہ اصل میں اس کے ماں باپ پر منحصر ہے کہ وہ اسے مسلمان بنائیں یا غیر مسلمان۔

سوال نمبر2(ب)۔۶

مفہوم:-

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب شاعرانہ عاشق اپنے محبوب سے ملتا ہے یہ اس کی اتفاق سے اس کے ساتھ کبھی ملاقات ہو جائے تو محبوب چونکہ ظالم اور سنگ دل ہے تو وہ عاشق پر نظرِ عنایت نہیں کرتا اس کے ہاں پہلے سے زیادہ بے رخی اور بے رحمی کا سماں ہوتا ہے۔ وہ ملتا بھی ہے تو اجنبی بن کر ملتا ہے اور اس کی وجہ سے عاشق صادق انتہائی افسردہ ہوتا ہے اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے مگر پھر بھی اس کے دل میں محبوب کی چاہت قائم رہتی ہے۔

سوال نمبر 2(ج)۔۱

• لغوی معنی: تشبیہ کے لغوی معنی مشابہت کے ہیں۔

• اصطلاحی معنی: اصطلاح میں کسی چیز کو کوئی خاص وصف کی وجہ سے دوسری چیز جیسا یا مانند قرار دینا تشبیہ کہلاتا ہے۔ اس کے پانچ ارکان ہیں۔

مثلاً: نازکی اس کے لب کی کیا کہیے پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

مشبہ	مشبہ بہ	وجہ شبہ	غرض تشبیہ	حرف تشبیہ
محبوب کے لب	گلاب کی پنکھڑی	نازکی	لبوں کی نزاکت	سی

سوال نمبر 2(ج)۔۲

← اس مثال میں 'ہے' ردیف ہے۔

← 'ذوق تن آسانی' اور 'انداز مسلمانی' آپس میں ہم آواز ہیں اس لیے یہ **قافیے** ہیں۔

سوال نمبر 2(ج)۔۳

← ترکیب نحوی

• شجاع —— فاعل
• نے —— علامت فاعل
• کتاب —— مفعول
• پڑھی —— فعل

جملہ فعلیہ

سوال نمبر 2(ج)۔۴

~~کاٹنے یا کاٹنے کی جگہ کے ہیں۔~~

~~اصطلاح میں شعر کے آخر میں آنے والے~~

~~اصطلاح میں کسی غزل یا~~

• لغوی معنی: اس کے لغوی معنی ہیں "ختم کرنا" یا "کاٹنا" یا "کاٹنے کی جگہ"

• اصطلاحی معنی:

اصطلاح میں غزل کے آخری شعر کو جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتے ہیں مقطع کہلاتا ہے۔

• مثال:

وقت اچھا بھی آئے گا ناصر
غم نہ کر زندگی بہت پڑی ہے ابھی

پہنچ جائے گے انتہا کو بھی حسرت
جب اس راہ کی ابتداء ہو گئی ہے

Cutting Line

سوال نمبر 2(ج)۔۵

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 1/3)

(ب)

سبق کے اس عبارت میں مصنف نے ایک بدحال غریب انسان کے بارے میں بتایا ہے کہ کس طرح ایک آفت اور مشکلات کے طوفان میں دھنسا ہوا فقیر صدا لگاتا ہے۔ اس دنیا میں اللہ نے ہر کسی کو نعمتوں سے نوازا ہے وہ الگ بات ہے کہ کبھی کبھی انسان اللہ کی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے اور ~~بدحالی~~ بدحالی اور بدقسمتی کا شکار ہو جاتا ہے۔ مصنف ایک روز چاندنی چوک سے گزر رہے تھے کہ سامنے بیٹھا ایک فقیر اپنی بدحالی سے دوسروں کو آگاہ کر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ میرے مسلمان بھائیوں مجھ جیسے بدحال اور بدنصیب کا خیال سنو اور مجھ پر رحم کرو۔ اس بات سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقیر اپنے مسلمان بھائیوں سے مدد مانگ رہا تھا۔ اسلام ہمیں اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ حسن و سلوک ~~سے~~ پیش آئیں اور مشکل وقت میں دوسروں کا ساتھ دیں کیونکہ اللہ نے یہ کائنات تخلیق کی اور اس میں پھر مخلوقات کو بھیجا۔ اللہ اپنی مخلوق سے بہت کرتا ہے اور خاص طور پر انسانوں سے تو فقیر اسی تعلیمات پر امید سے مسلمان بھائیوں سے مدد کی درخواست کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ "جو مخلوق خدا کی مدد کرتا ہے خدا اس سے بہت محبت کرتا ہے۔ فقیر مزید اپنی بدحالی کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ آفت کا مارا ساتھ بچوں کا باپ بھی ہے۔

فقیر یہ اس لیے کہہ رہا ہے کہ ایک تو وہ انتہائی مشکلات میں ڈوبا ہوا ہے اور مالی تنگ دستی کا شکار ہے اور اوپر سے اس کے بچے بھی سات ہیں تو اس کے لیے خوراک کا بندوبست کرنا بالکل ناممکن ہو گیا ہے۔ وہ مزید کہتا ہے کہ وہ ~~بھوکا~~ روٹیوں کا بھی محتاج ہو چکا ہے۔

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 2/3)

فقیر مزید کہتا ہے کہ وہ ہرگز بھیک نہیں مانگتا وہ چاہتا ہے کہ کوئی اس کو اس کے وطن چھوڑ دے مگر کوئی اللہ کا پیارا بندہ اس کو گھر کے قریب نہیں جاتا ۔ یہاں فقیر نے بھیک مانگنے سے انکار کیا ہے کیونکہ دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق بھیک مانگنا گناہ ہے تو فقیر بھیک مانگنے کے بجائے لوگوں سے مدد مانگ رہا ہے ۔

آخر میں فقیر یہ کہتا ہے کہ اس کی بدقسمتی کا یہ حال ہے کہ اس کا کوئی دوست بھی نہیں ہے ۔ اسی وجہ سے کوئی اس کی مدد کرنے والا بھی نہیں ہے ۔ اللہ نے انسان کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ وہ اکیلا کوئی کام نہیں کرسکتا ہے ۔ اس کو کسی نہ کسی دوست کی ضرورت ہوتی ہے جو مشکل وقت میں اس کے کام آئے اور اس کی مدد کرے ۔ فقیر کے مطابق دوست نہ ہونا ایک بہت بڑے فائدے کی محرومی ہے ۔ فقیر کے مطابق جس شخص کا دوست نہیں وہ شخص بے بس ہے اور اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ۔

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 3/3)

Cutting Line

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 1/4)

(ب)

← تشریح:

اس بند میں شاعر نے پشاور کی انتہائی خستہ حال اور بدحالی کی شکار مال گودام روڈ کے بارے میں بتایا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ مال گودام روڈ ایک ایسی روڈ ہے جس کی دنیا میں اور کوئی مثال نہیں۔ یہ سڑک اس قدر ٹوٹی پھوٹی اور خستہ حال ہے۔ اس بند میں گہرا طنز پایا جاتا ہے۔

شاعر کہتے ہیں کہ یہ سڑک اس قدر خستہ حال ہے کہ اس کے سینے پر موٹر کار جیسی گاڑی بھی گر جاتی ہے اور اس روڈ میں اکثر موٹر کار چلانے والوں کا دل گھبرا جاتا ہے کیونکہ یہ سڑک اس قدر خطرناک ہے کہ اس سڑک پر جانا اور زندہ واپس آنا ایک انتہائی مشکل کام محسوس ہوتا ہے اور اس سڑک پر وہ موٹر کار یا کوئی بھی گاڑی چلانے والے جو گاڑی چلانے میں مہارت رکھتے ہیں ان کے دل بھی گھبرا جاتے ہیں ان کی گاڑی چلانے میں مہارت کچھ کام نہیں آتی۔

بند کے دوسرے شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ مال گودام روڈ اس قدر خستہ حال اور ٹوٹی پھوٹی ہے کہ ہر کوئی اس سڑک پر سفر کرنے سے پرہیز کرتا ہے لیکن اگر کسی بدقسمت کا غلطی سے اس سڑک پر سفر شروع ہو جائے تو ایسے شخص کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ ایسے شخص کا صحیح سلامت منزل مراد تک پہنچنا انتہائی مشکل ہے۔ اگر وہ اللہ اللہ کر کے زندہ

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 2/4)

بات ہے۔ اگر کوئی شخص اس سڑک پر سفر کرتے ہوئے زندہ اور سلامتی سے منزل تک پہنچ جائے تو یہ قدرت کی طرف سے ایک بہت بڑا معجزہ ہو گا۔

آخری شعر میں شاعر اس سڑک کی بدحالی پر افسوس کرتے ہوئے اظہارِ خیال کرتے ہیں کہ نا جانے کب میرے ~~حکومت کے~~ وظیفے کی طرح حکومت کو اس سڑک کی خستہ حالی کا خیال آئے گا۔ شاعر کہتے ہیں کہ جس طرح حکومت کے نظروں میں شاعر کے وظیفے کی اہمیت نہیں بالکل اسی طرح لگ رہا ہے کہ اس ٹوٹی پھوٹی سڑک کی مرمت کی دلچسپی بھی حکومت کو نہیں ہے۔ اسی لیے شاعر اس سڑک کی خستہ حالی کا ذکر کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ایک نہ ایک دن حکومت کو اس خستہ حال اور ٹوٹی پھوٹی سڑک کا خیال ہو جائے تاکہ اس سڑک کی مرمت ہو سکے اور لوگ اس پر محفوظ سے سفر کرنے کے قابل ہوں۔ شاعر اس شعر میں مال گودام روڈ کی مرمت کے لیے خواہشمند ہیں۔

یہ مری دیس کی راہیں آئیں جب جائیں
پہلے ٹوٹتی ہیں باہیں پھر ٹوٹتی ہیں ٹانگیں

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 3/4)

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 4/4)

Cutting Line

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 1/4)

غزل

شعر نمبر ۱:-

اس شعر میں شاعر مصیبتوں کا خوشیوں میں تبدیل ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں

~~حقیقی معنی~~ حقیقی معنوں میں اس شعر کی وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ جب ایک بندہ مومن کا دل جذبۂ عشق سے سرشار ہوتا ہے تو وہ عشق الہٰی اور معرفت الہٰی کو اپنی زندگی کا حصول سمجھتا ہے اور اس وادی عشق میں اپنا سفر شروع کرتا ہے اور اس سفر میں آنے والی تمام آزمائشوں اور مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا۔ یہ مشکلات اس کے لیے باعثِ غم نہیں بلکہ باعثِ خوشی ہیں۔ یہ مصیبتیں اور پریشانیاں شاعر کی رہنمائی کرتی ہیں اور ان کو زندگی کے حصول سے آگاہ کرتی ہیں اور ان کے اندر صبر و استقامت جیسی صلاحیتیں پیدا کرتی ہیں۔ کیونکہ شاعر اور ایک بندہ مومن جانتا ہے کہ

"آزمائش جتنی بڑی ہوگی انجام اتنا ہی اچھا ہوگا"

مجازی معنی میں اس شعر کی وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ جب عاشق صادق محبوب کی محبت میں سرشار ہوتا ہے تو اس کی چاہت اور اس کے نظرِ کرم کا خواہش مند ہوتا ہے۔ جب اس کا دل جذبہ کے بلند مقام سے سرشار ہو جاتا ہے تو وہ وادی عشق میں قدم رکھتا ہے اور اس میں آنے والی تمام مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے۔ شاعری روایت ہے کہ محبوب حسن و جمال کا پیکر ہونے کے ساتھ انتہائی ظالم اور سنگ دل ہوتا ہے اور وہ عاشق پر مصیبت کے پہاڑ توڑتا ہے مگر شاعرانہ عاشق ان مصیبتوں کو

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 2/4)

رنج سے خوگر انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مصیبتیں اتنی پڑی مجھ پر کہ آسان ہوگئی ہیں

عشق میں مرتب ہونے والی مشکلات اس کے لیے باعثِ خوشی بنتی ہیں۔ دراصل حسرت موہانی تحریکِ آزادی کے اہم شخصیات تھے۔ آپ نے قید و بند اور ظلم و ستم کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ برطانیوں نے انتہائی ظلم و ستم سے ان کے ساتھ سلوک کیا اور ان کو قید و بند کیا یہ سب مصیبتیں اور مشکلات شاعر کے لیے باعثِ مسرت اور خوشی ہیں کیونکہ یہ شاعر کے اندر صبر و استقامت اور حوصلے سے کام لینے کی صلاحیت کو بڑھاتی ہیں۔ یہ سب مصیبتیں اور پریشانیاں باعثِ غم نہیں بلکہ باعثِ مسرت اور خوشی کے ہیں۔

اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں
ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

• شعر نمبر ۲ :-

اس شعر کی حقیقی معنوں میں یوں وضاحت کی جا سکتی ہے کہ جب بندۂ مومن عشقِ الٰہی کے بلند مقام کے حصول کے لیے اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے تو اس راستے میں آنے والی مشکلات کا طوفان اُسے انتہائی نرم و ملائم ہوا کی طرح محسوس ہوتا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ جب بندۂ مومن کا دل سچے عشقِ الٰہی کی چاہت میں مبتلا ہو تو اس راستے میں آنے والی مشکلات کا خندہ پیشانی سے سامنا کرتا ہے۔ جب اس کی زندگی کا حصول ہی محبوب کی چاہت ہوتا ہے تو اس راستے میں آنے والی آزمائشوں کو وہ بہادری سے برداشت کرتا ہے اور یہ مشکلات اور مصیبتیں جو طوفان اور آندھی کی صورت میں اس کے پاس آتی ہیں وہ اسے بادِ صبا کی نرم و ملائم اور نازک ہوا کی طرح محسوس ہوتی ہیں اور وہ اس سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

مجازی معنوں میں شاعر یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ جب شاعرانہ عاشق کا دل جذبہ عشق سے سرشار ہوتا ہے تو محبوب کی چاہت اور نظرِ کرم اس کی

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 3/4)

زندگی کا مقصد بن جاتا ہے۔ وہ اس وادی میں سفر کے دوران محبوب کی طرف سے طاری کی ہوئی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے اور حرفِ شکایت اپنے لبوں پر ہرگز نہیں لاتا۔ شاعر کہتے ہیں کہ یہ میری وفاداری کا وہی راستہ ہے جس میں تمام مشکلات اور مصیبتیں مجھے بادِ صبا کی نرم و ملائم اور طرح نازک ہوا کی طرح محسوس ہوتی ہیں جو ان کی رہنمائی کرتی ہے اور ان کے لیے سکون اور آرام کا باعث ہے۔ کیونکہ عشق ایک ایسا جذبہ ہے جسے نہ کسی پر زبردستی طاری کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی کے دل سے زبردستی نکالا جا سکتا ہے۔ عاشق صادق کی عشق کی بیماری کا علاج عشق کے جذبے میں ہی ہے۔ اسی لیے ایک عاشق صادق کی دل کو سکون محبوب کی چاہت میں ہی پوشیدہ ہے۔

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبیِ قسمت پر کیوں نہ ناز کرے

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 4/4)

Cutting Line

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 1/3)

عنوان :- "گڈریا اور اس کے جھوٹ کی سزا"

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی ~~گاؤں~~ شہر کے قصبے میں ایک گڈریا رہتا تھا جو بھیڑ
بکریاں چراتا ~~ہے~~ تھا۔ اس کو جھوٹ بولنے کی بہت بڑی عادت تھی۔
وہ دل لگی کرنے کے لیے لوگوں کو جھوٹے دھوکے میں ڈالتا جس سے ان کو
اذیت پہنچتی تھی۔

یہ جھوٹ کیا تھا؟ گڈریے کی بار بار یہ چلانے کی عادت تھی
"شیر آیا! شیر آیا!"
یہ سن کر لوگ اپنی لاٹھیاں، ہتھیار، آرے سب اٹھا کر اس کے پاس
آتے اور پوچھتے
"کہاں ہے شیر؟"
اس بات پر گڈریا ہنستا اور کہتا کہ وہ تو مذاق کر رہا تھا۔ شیر آیا تو وہ
اکیلا ہی اس کے مقابلے کو کافی ہے۔
کچھ عرصے تک تو وہ بار بار یہ جھوٹا موٹا نارا لگاتا اور لوگ اس پر یقین
کر کے اس تک پہنچ جاتے مگر آخر کار ہر کسی کو اندازہ ہو گیا کہ یہ جھوٹا
ہے اور اب اگر اس نے یہ صدا لگائی تو ہم اپنے کام میں مگن رہیں گے۔
خدا نے کیا کیا کہ ایک دن تو واقعی میں شیر کہیں سے ٹپک پڑا۔
بھیڑ بکریوں ... کی جماعت کو دیکھ کر اس کی جان میں جان
آئی اور تیزی سے گیا اور ہر ایک کی گردن کو توڑنے لگا اور ہر طرف خون
ہی خون تھا۔ بڑے مزے سے گوشت کھا کر اپنی جان کو اور مضبوط کر رہا تھا۔
وہاں گڈریا سویا پڑا تھا جب اس نے شور و غل کی وجہ سے آنکھ کھولی تو
دیکھا کہ شیر تو واقعی میں آ گیا ہے۔

سوال نمبر6 (صفحہ نمبر 2/3)

شیر آ گیا ہے!"
لیکن اب اس گڈریے کی باتوں میں کس نے آنا تھا لوگوں نے اس پکار کو بھی پہلے کی طرح جھوٹا سمجھا اور کوئی اس کی مدد کو نہ گیا۔
وہاں گڈریا اپنی لاٹھی لے کر شیر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ شیر نے ایک ہی جست سے اس کی گردن مروڑ دی۔
شام ہو گئی اور گڈریا ابھی تک بھیڑ بکریاں لے کر واپس نہ آیا۔ اگلی صبح اس گڈریے کے رشتہ دار اور باقی لوگ ندی کے کنارے گئے تو دیکھا کہ مرے ہوئے بھیڑ بکریوں اور گڈریے کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔ ہر طرف لاشیں ہی لاشیں تھیں۔ گڈریے کو اپنے جھوٹ کی سزا مل چکی تھی اور بکروں نے مفت میں اپنی جان کھو دی۔

← نتیجہ:- "جھوٹ بولنا ایک بری عادت ہے"۔
یا "جھوٹ بولنے سے انسان خود ہی نقصان کا شکار ہوتا ہے"

Cutting Line

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 3/3)

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 1/6)

(ب)

محنت کی برکتیں

؎ محنت کی شفقت جنہوں نے اٹھائی
جہاں میں آخر پائی انہوں نے بڑائی

محنت کرنا انسان کا فطری عمل ہے۔ انسان محنت کرتا ہے تو اسے اس کا پھل بھی ملتا ہے محنت سے کام کرنے میں ہی عظمت ہے۔ محنت سے مراد ہل چل کرنا، کوشش کرنا کے ہیں۔ جو لوگ محنت کرتے ہیں وہ ہی دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرتے ہیں جو محنت و شفقت کا دامن اپنے ہاتھوں سے نہیں چھوڑتا۔ ایک محنتی شخص ہی دنیا میں عزت اور کامیابی حاصل کرتا ہے۔ ایک شخص جو محنت ہی نہ کرے وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ انسان کی فطرت ہی کچھ ایسی ہے کہ وہ محنت و مشقت کرتا۔ اللہ نے اس کائنات میں انسان کے لیے دسترخوان نعمت بچھایا ہے لیکن ان نعمتوں کو حاصل کرنے کے لیے انسان کو محنت و مشقت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ اگر ایک شخص محنت کے دامن کو ہاتھ سے چھوڑ دے گا تو وہ زندگی میں نہ تو کامیابی حاصل کر سکے گا اور نہ ہی عزت وہ شخص جو محنت نہیں کرتا ہمیشہ مظلوم اور محکوم ہو جاتا ہے۔

محنت ایک مسلسل جذبہ ہے۔ ایک دن محنت کرنے سے انسان کامیابی کے پھل سے ~~مطل~~ مالامال نہیں ہوتا۔ طالب علم کی مثال لیں تو ہم اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ جو طالب علم محنت و مشقت سے کام کرتے ہیں وقت پر اپنی پڑھائی کو مکمل کرتے ہیں اور پھر جب پرچے کے دن آتے ہیں تو محنت و مشقت کا صلہ پاتے ہیں اور وہ کامیاب ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ طالب علم جو اپنے دنوں کا ضائع کرتے ہیں وقت کی اہمیت کا خیال نہیں رکھتے اور محنت

Cutting Line

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 2/6)

اور دل لگا کر پڑھائی نہیں کرتے تو وہ اپنے امتحانات میں فیل ہو جاتے ہیں اور مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے ضروری ہے کہ محنت کے ساتھ کام کیا جائے کیونکہ محنت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک محنت کرنے والے شخص کو ہمیشہ کامیابی عطا کرتا ہے۔ خدا کی یہ پاک ذات کسی بھی شخص کی محنت کو ضائع نہیں کرتی۔ اسی طرح ایک مزدور اور کسان بھی مسلسل محنت و مشقت کے ساتھ اپنے فرض ادا کرتے ہیں۔ کسان کی محنت و مشقت کی وجہ سے بنی نوع انسان کی خوراک کا بندوبست ہوتا ہے مزدوروں کی مزدوری کی وجہ سے بنی نوع انسان کے لیے ٹھکانوں کا انتظام ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے

"مزدور کی مزدوری (محنت) اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دیا کرو"۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر محنت جیسے جذبے کو پسند فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

"محنت کار اللہ کا دوست ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے دیا ہے کہ ہر انسان کو چاہیے کہ وہ محنت و مشقت سے کام کرے کیونکہ محنت میں بے شمار برکتیں۔ اللہ اپنے بندوں سے بے حد محبت کرتے ہیں اور اللہ کے بندے جب محنت سے اپنی روزی اور حلال کا بندوبست کرتے ہیں تو اللہ ضرور ان کو نعمتوں سے نوازتا ہے۔ ویسے بھی ایک انسان کو محنت کے باعث ملی ہوئی چیز سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 3/6)

سے مظاہرہ کیا۔
حضرت محمد ؐ اپنے کپڑوں کے پیوند خود سیتے تھے۔ حضرت ادریس ؑ کپڑے سیتے تھے۔ حضرت آدم ؑ اور حضرت موسیٰ ؑ کاشت کاری کرتے تھے۔ اسی طرح دیگر انبیاء کرام محنت سے اپنی زندگی کا بندوبست کرتے تھے۔ اگر اللہ کی یہ پاک ہستیاں محنت سے اپنی آمدی پاتی تھیں تو ہم مسلمانوں پر بھی فرض ہے کہ ہم محنت کریں اور محنت کے باعث ترقی کے حدود تک پہنچیں۔
دنیا میں آج تک جتنے بھی عظیم اور کامیاب لوگ گزرے ہیں وہ محنت کی وجہ سے ہی کامیاب بنے تھے۔ کتنے کامیاب لوگ گاؤں میں پیدا ہوئے اور محلوں میں فوت ہوئے۔ یہ ساری عظمت اور بڑائی انہیں ان کی ان تھک محنت کی وجہ سے وصول ہوئی۔

• قائدِ اعظم ؒ کی مثال پر تو آفرین ہے۔ ہمارے بانی قائدِ اعظم محمد علی جناح ؒ نے محنت و مشقت سے علم و فنون حاصل کیا اور ان کی محنت کے بدلے انہیں ولایت میں جا کر بیرسٹر بننے کی صلاحیت ملی۔ پھر یہی بیرسٹر پاکستان واپس آئے اور انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہے اور ان کا یہ حق ہے کہ وہ ایک علیحدہ ملک میں آباد ہوں، جہاں وہ آزاد ہوں کیونکہ اب چاہے جو بھی ہو یہ راز کھل چکا تھا کہ ہندو مسلمانوں کے دشمن ہیں اور وہ ان کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں۔ قائدِ اعظم جیسے عظیم رہنما کی سربراہی اور رہنمائی کی وجہ سے مسلمان مسلم لیگ کے پرچم تلے اکھٹا ہوئے اور مسلمانوں کی ان تھک محنت و مشقت اور قائدِ اعظم کی رہنمائی کی وجہ سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو مسلمانوں کے لیے ایک آزاد ملک پاکستان وجود میں آیا۔ اس ملک کا وجود مسلمانوں اور قائدِ اعظم ؒ جیسے رہنما کے اتحاد، اتفاق اور ان تھک محنت کا خوبصورت نتیجہ تھا۔ پھر یہی قائدِ اعظم ہمارے ملک کے گورنر جنرل بھی بنے۔ قائدِ اعظم کی زندگی سے

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 4/6)

ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ محنت میں عظیم برکتیں ہیں۔
قائدِ اعظم کو بھی ان کی ان تھک محنت کا نتیجہ ایک آزاد ملک کی حیثیت سے
ملا۔ اگر قائدِ اعظم ایسے بلند مقام پر فائز ہو سکتے ہیں تو ہم بھی کامیابی
اور عزت محنت و مشقت کے ذریعے حاصل کر سکتے ہیں۔
تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جن قوموں نے محنت کے دامن کو اپنے ہاتھوں
میں مضبوطی سے تھاما وہی ملک عزت و ترقی جیسے بلند مقام
پر فائز ہوئے اور جن قوموں نے محنت کے دامن کو اپنے ہاتھوں سے کھو دیا
وہ آج ذلت، رسوائی اور پستی کا شکار ہیں۔ آج وہی
قومیں ترقی کے بلند مقام پر فائز ہیں جن کے افراد محنت و مشقت سے ملک کی
فلاح و بہبود، اشاعت، سربلندی اور ترقی کے لیے اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔
ان تمام باتوں کو ذہن نشین رکھتے ہوئے ہمارا فرض ہے
کہ محنت و مشقت سے ہم کام کریں کیونکہ محنت میں عظمت ہے اور محنت
کرنے والا ہی دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 5/6)

Cutting Line

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 6/6)